عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
محرم الحرام ۱۴۳۰ھ/جنوری ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد: ہفتم

شمارہ: 5

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

دعا (دوسری قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ عالی مقام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مرتب کردہ مجموعہِ ادعیہ 'مناجات مقبول' کو بہت پسند فرماتے تھے اور طالبین کو تلاوت کے بعد اس کے پڑھنے کی پیہم تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ مختلف طالبین کو مکتوبات میں اس قسم کی عبارات ارقام فرمائی ہیں۔

''تلاوت کریں اور مناجات مقبول کا ایک حزب روزانہ پڑھیں۔''

''مناجات مقبول کی ایک منزل پڑھ لینا مناسب ہے بالکل اسی طرح (یعنی جیسے کتاب میں ہے) پڑھیں ساتھ ہی ساتھ ترجمہ بھی پڑھ لیں۔''

''قرآن پاک کی تلاوت کے بعد مناجات مقبول روزانہ پڑھیں۔''

''دن میں کسی وقت ہو سکے تو قرآن پاک کی تلاوت اور دعا مناجات مقبول پڑھا کریں۔''

''بہت مبارک مناجات مقبول پڑھتے رہیں۔''

''معمولات نماز و تلاوت و دعا (مناجات مقبول) میں سستی نہ کریں۔''

حضرت سیدّی قدس سرہٗ دعا کے آداب، الحاح وزاری، تضرع وابتہال، خضوع وخشوع کی رعایت اور اجابت کے یقین کے ساتھ دعا مانگنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ایک طالب کو لکھتے ہیں۔

''گو ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں مستجاب ہے۔ مگر مناسب یہ ہے کہ ضرورت مند خود پورے خضوع وخشوع سے درگاہ الٰہی میں متوجہ ہو کر دعا مانگیں ہو سکے تو تہجد کے بعد دعا مانگی جائے۔ آپ ملازمت کے امتحان کیلئے جو دعا کرانا چاہتے ہیں اس کے متعلق دل میں یہ نیت کیجئے کہ طلب رزق کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کی تعمیل میں یہ کوشش کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ دعا کامیاب ہوگی۔ خواہ بعینہٖ ہو یا بمثلہٖ ہو اور ہر ایک پر بخوشی رضامند رہنا چاہیے۔''

انہی کو دوسرے مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں:

''آپ کی کامیابی کیلئے بدل بدرگاہ الٰہی میں دعا ہے اگر قبول ہو تو شکر کیجئے اپنے پروردگار کا اور اگر

خدانخواستہ نہ ہوتو ہمت نہ ہاریئے صبر کیجئے غرض دونوں حالتوں میں بندہ خدا تعالیٰ ہی سے لگا رہے۔ ماں مارتی بھی ہے تو بچہ ماں ہی کی گود سے چمٹا رہتا ہے ۔

"آپ کی کامیابی کی بدل دعا ہے لیکن دعا کی مقبولیت کے یہ معنی نہیں کہ مطلوبہ چیز بعینہٖ مل جائے کیا عجب کہ جس کو ہم خیر سمجھ کر مانگتے ہوں عالم الغیب کی نگاہ پاک میں وہ ہمارے لئے خیر نہ ہو۔ اس لئے دلگیر نہ ہوں اور ہر حال میں امیدوار رہیں۔ بندہ کو یہی سمجھنا چاہیے کہ اس کے ہاتھ میں صرف کوشش ہے نتیجہ اس کے ہاتھ میں نہیں ۔ تیماردار اور طبیب دوا تجویز کرنے اور پلانے کے ذمہ دار ہیں دواؤں کا مؤثر ہونا یا بنا دینا نہ طبیب کے اختیار امکان میں ہے اور نہ تیماردار کے۔ یہ صرف قادرِ مطلق اور شافی حقیقی کے ہاتھ میں ہے جبر واختیار کے مسئلہ کیلئے آپ سیرت جلد چہارم میں اس مسئلہ کا باب پڑھیں۔"

ایک سالک کو تحریر فرماتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِی عَمَّنْ سِوَاکَ وَ ارْزُقْنِی عِنْدَکَ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر خضوع وخشوع کے ساتھ دعا میں کہا کریں اور بار بار کہا کریں۔"

ایک مسترشد کو لکھا:

"تہجد کی نماز کے بعد درد کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں ہر شب باالحاح تام اپنے لئے دعا کیجئے۔ دعا میں خضوع ہونا چاہیے عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد بھی دعا خوب کیجئے اور مانگیے جو آپ کے مناسب ہوگا انشاء اللہ ملے گا اس در سے کوئی محروم نہیں ہوا ہے۔ اُدْعُونِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اس کا اعلان عام ہے۔

انہیں دوسرے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جو کچھ ملتا ہے اس کو لیجئے اور اس پر منعم حقیقی کا شکر ادا کیجئے اور جو نہیں ملا ہے اسکی طلب دعا سے کیجیے یہ دعا بھی خالق ومخلوق کے درمیان تعلق کی کڑی ہے۔"

"۔۔۔۔طمانیت قلب اور دماغی سکون کے عدم حصول کا باعث تو کوئی دینی یا دنیاوی فکر ہوگی۔ اگر دینی فکر ہے تو مبارک اور اگر دنیاوی فکر ہے تو اس فکر کا حاصل کیا ہے۔

ے
کارساز مابساز کار ما   فکر ما در کار ما آزار ما

جو حاصل ہے اس پر شکر کیجیے تاکہ بموجب لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَ زِیْدَنَّکُمْ اور زیادہ عطا ہو۔"

''۔۔۔۔۔طبعی پریشانی بجا ہے اللہ تعالیٰ سے اضطرار کیساتھ دعا کریں ۔۔۔۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔''

ایک طالب کو تحریر فرمایا:

''جو حاجت اور ضرورت پیش آئے اس کیلئے آپ اللہ پاک سے دعا مانگا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام بے شبہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن بندہ کی سمجھ میں اس حکمت کا آجانا ضروری نہیں مگر یقین رکھنا چاہیے کہ وہ کام بندہ ہی کے فائدہ کیلئے ہے۔''

ایک دوسرے طالب کو تحریر فرمایا:

''دعا کیجئے اور قوت بھر تدبیر میں لگے رہیے آخر وقت تک ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ بھروسہ رکھیئے اس کے در سے کوئی ناامید نہیں ہوتا۔''

اسمائے حسنٰی کے ذریعے دُعا

حضرت والا رحمہ اللہ تعالےٰ اسمائے الٰہیہ سے بھی حاجت براری کیلئے دعا کی بعض اوقات تلقین فرمایا کرتے تھے ایک صاحب کو لکھا۔

''آپ قرض کی ادائی اور وسعتِ رزق کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں اور ہو سکے تو نماز عشاء کے بعد سو سو دفعہ یا مُغنی اور یا باسطُ کی تسبیح پڑھ کر ادائے قرض اور وسعتِ رزق کی دعا اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگا کریں۔''

ایک طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

" پانچوں نمازوں کے بعد اپنی پریشانی کے دور ہونے اور وسعت رزق کیلئے خود دعا کیا کریں اور کوئی خاص وقت مقرر کر کے یا رزّاقُ، یا وہابُ، پانچ سو بار اول وآخر درود کے ساتھ پڑھا کریں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ موعودہ رزق ضرور عنایت فرمائیں گے۔"

ایک مسترشد خاص نے استفسار کیا کہ:

'' احقر کو کشادگی رزق یا دفع بلا وغیرہ کے اوراد و وظائف سے کچھ لگاؤ نہیں۔ البتہ دعا میں کم وبیش دل لگ جاتا ہے یہ حالت خدانخواستہ محرومی کی تو نہیں۔''

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجب حکیمانہ جواب مرحمت فرماتے ہوئے لکھا:

''ان امور کے لئے عمل یعنی اوراد و وظائف سے دلچسپی نہ ہونا دل کی سلامتی اور فہم کی استقامت کی دلیل ہے مگر دراصل ان کو عمل سمجھ کر کرنے سے یہ کیفیت ہوتی ہے۔ اگر ان کو بھی دعا ہی سمجھا جائے تو یہ کیفیت جاتی رہے گی۔ مثلاً کوئی کشائش رزق کیلئے یہ بتائے کہ 'یارزاق' 'یاوہاب' 'یاباسط' پڑھا کرو۔ تو یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں کی نسبت رزق اور وسعت و کشائش سے ہے تو گویا یہ اپنے رزق کی وسعت کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس نام سے پکار کر جس نام کو ہماری دعا سے مناسبت ہے! جیسے کوئی فقیر کسی دروازہ پر کھڑا ہو کر یہ کہے کہ اے سخی داتا، اے سخی داتا۔ تو یہ بھی درخواست ہے اور اس خاص نام سے پکارنا اس لئے ہے کہ اس نام کے آثار کا اس کے فعل سے ظہور رہے۔''

ایسے اسمائے ربّانی کے وسیلے سے دعاؤں کا مانگنا احادیث سے ثابت اور معروف ہے امام ابن تیمیہ تک نے اسے جائز سمجھا ہے۔ (منہاج السنۃ ص:۲۹۲، ج:۱)

دوسروں کیلئے دعا:

ایک مسلمان کی اپنے دوسرے مسلمان کے حق میں غائبانہ دعا مقبول و مستجاب ہے اس لئے ایک دوسرے کیلئے دعا کرنی چاہیے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک طالب کو جس نے دعا کی درخواست کی تھی تحریر فرمایا:

''فقیر نے دعا کی اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں۔ گو خود جیسا ہوں ظاہر ہے مگر دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرمایا کرتے ہیں یا اس سے بہتر چیز عطا کرتے ہیں۔''

ایک دوسرے گرامی نامہ میں ہے:

''جی ہاں! ہر بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے حق میں غائبانہ قبول ہوتی ہے...... الحمد للہ بخیریت ہوں۔ شفا دواؤں سے زیادہ بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔''

ایک مسترشد خاص کو لکھتے ہیں:

''(اہلِ تقویٰ سے) ضرور دعا کرائیں، حاجت اور تکلیف کا ذکر نہ کریں۔ بلکہ صرف یہ کہیں کہ میری فلاحِ دین و دنیا کیلئے دعا کریں۔'' (تذکرہ ص:۴۵٦)

مسترشد موصوف نے ایک خط میں اپنی اس کیفیت کا اظہار کیا کہ تواضع دوسرے کیلئے دعا کرنے میں حائل ہوجاتی ہے۔حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارقام فرمایا:

''جی ہاں یہ کیفیت ہے۔بات تو یہی ہے کہ ہم دوسرے کیلئے دعا کرنے کے قابل نہیں۔مگر ہم اس پر مامور ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں کے حق میں دعائے خیر کریں۔ ہیں تو ہم ایسے ہی نا قابل مگر ربّ العالمین نے اپنی غایت کرم سے ہم کو یہی حکم دیا ہے کہ تم ہر حال میں جیسے بھی ہو دعا کرو اور مانگو اس لئے یہ حکم بجالانا ہے۔وہ اپنی ربوبیت اور رحمت سے قبول فرمائیں گے۔'' (تذکرہ ص:۴۶۰)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاعِ عام

اللہ تعالیٰ سب کو اہلِ حق لوگوں کے مدارس کی مدد کی توفیق عطا فرمائے۔بندہ کے زیرِ نگرانی جو مدارس ہیں اُن میں مفتی آفتاب عالم صاحب کا مدرسہ بھی ہے۔حال ہی میں اس مدرسہ کو کرایہ کی عمارت میں منتقل کیا گیا۔مدرسہ کے کوائف درج ذیل ہیں۔

مدرسہ وفاق المدارس سے الحاق شدہ ہے۔معلمین و معلمات کل ۹ ہیں۔طلبا و طالبات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ناظرہ، حفظ، تفسیر اور دینی کتابوں کے شعبے کام کر رہے ہیں۔پانچویں تک سکول کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

وفاق المدارس کے امتحان میں پاکستان کی سطح پر مدرسہ کی دوسری پوزیشن آئی ہے۔

ماہانہ اخراجات تخمیناً.. ۳۸۰۰۰ روپے

یہ اخراجات زکوٰۃ، صدقات اور بچوں سے وصول ہونے والی رقم سے پورے کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

اعلان

آئندہ ماہانہ اجتماع ۱۴ فروری ۲۰۰۹ بروز ہفتہ ہوگا انشاءاللہ! بیان عشاء کے بعد ہوگا۔

حقیقتِ تصوف

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

شخصیت کی تعمیر کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری احکامات کے پوچھنے کا حال بیان کیا گیا ہے۔ وہاں یہ بات بھی تذکروں میں آئی ہے کہ انہوں نے باطنی باتوں کو بھی پوچھا۔ مثلاً

نفاق یا منافقت کے بارے میں سوال:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے نَافَقَ حَنْظَلَۃُ کہ (حنظلہ تو منافق ہوگیا)۔ سامنے سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے، ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہرگز نہیں۔ حضرت حنظلہؓ نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا دونوں ہمارے سامنے ہیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آ جاتے ہیں تو بیوی، بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اس کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ اس لئے دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت و دوزخ کا ذِکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ ہمارے سامنے ہیں لیکن جب خدمتِ اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر بار کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جو میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہؓ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے۔ یعنی اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں۔ (حکایاتِ صحابہ صفحہ ۱۴۱، مولانا زکریاؒ، کتب خانہ فیضی)

ریا و اخلاص کے بارے میں سوال:

ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

کہ میں بعض اوقات اپنے گھر کے اندر اپنی جائے نماز پر ہوتا ہوں، اچانک کوئی آدمی آجائے تو مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے مجھے اس حال میں دیکھا (یعنی یہ کہیں ریا تو نہیں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ابوہریرہؓ خدا تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہیں اس وقت دو اجر ملتے ہیں، ایک خفیہ عمل کا جو پہلے سے کر رہے تھے اور ایک اعلانیہ عمل کا جو اُس آدمی کے آنے کے بعد ہوگیا (یعنی یہ ریا نہیں ہے)۔

(تفسیر معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۵۰ مفتی محمد شفیع صاحب)

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں فرمایئے کہ جو نیک عمل کرتا ہے۔ پھر لوگوں کو سُنے کہ وہ اس عمل کی تعریف اور مدح کر رہے ہیں (یعنی یہ ریاء تو نہیں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تِلْکَ عَاجِلُ الْبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِ یعنی یہ مؤمن کیلئے نقد بشارت ہے یعنی اس کا عمل اللہ کے نزدیک مقبول ہوا اور اُس نے بندوں کی زبان سے اس کی تعریف کرا دی۔

(تفسیر معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۵۰ مفتی محمد شفیع صاحب)

ابنِ ابی حاتمؒ نے کتاب الاخلاص میں طاؤسؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذِکر کیا کہ بعض اوقات کسی نیک کام یا عبادت کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا مقصد اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ دل میں یہ خواہش بھی پیدا ہوتی ہے کہ لوگ میرے عمل کو دیکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا یہاں تک کہ سورہ کہف کی آخری آیت ''فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا'' نازل ہوئی۔ ابونعیم اور تاریخ ابن عساکر میں بروایت ابن عباسؓ لکھا ہے کہ جندبؓ بن زہیر صحابی جب نماز پڑھتے یا روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے پھر دیکھتے کہ لوگ ان اعمال سے انکی تعریف اور ثناء کر رہے ہیں تو ان کو اس سے خوشی ہوتی اور اپنے اس عمل کو اور زیادہ کر دیتے اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم صفحہ ۶۵۰ مفتی محمد شفیعؒ)

آیت میں رِیا کو شرک خفی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ○

(الکھف ـ ۱۱۰)

ترجمہ: ''سو پھر جس کو اُمید ہو اپنے رب سے ملنے کی وہ کرے کچھ نیک کام اور شریک نہ کرے

اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔‘‘

مندرجہ بالا واقعات میں سے پہلے دو واقعات میں وجہِ عمل رضائے الٰہی ہی تھی اتفاقاً اظہار ہوگیا جس سے صاحبِ عمل کو فرحت اور خوشی ہوئی اس لئے ان دو واقعات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا میں شامل نہیں فرمایا جبکہ دوسرے دو واقعات میں شروع ہی سے وجہِ عمل میں علاوہ رضائے الٰہی کے مخلوق بھی شامل ہوگئی چنانچہ واقعہ نمبر ’۳‘ میں جذبہ ہے کہ لوگ دیکھیں جبکہ واقعہ نمبر ’۴‘ میں لوگوں کا دیکھنا عمل میں زیادتی کا ذریعہ بن رہا ہے اس لئے ان دونوں حالتوں پر ریا کا فتویٰ دیا گیا۔

کِبَر کے بارے میں سوال:

حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کی صاحبزادی کہتی ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ہ (لقمٰن۔۱۸)

ترجمہ: ’’بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔‘‘

نازل ہوئی تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ پر نہایت بھاری پڑ گئی، اپنا دروازہ بند کر لیا اور رونا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے اس چیز کی آپ کو خبر کر دی جو اس آیت سے ان پر بھاری پڑی اور عرض کیا کہ میں ایک آدمی ہوں کہ زینت اور جمال کو پسند کرتا ہوں اور یہ کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں (یعنی ان باتوں سے کہیں کبر اور فخر میں تو مبتلا نہیں ہوں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو بلکہ تم بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو گے، خیریت کے ساتھ تمہاری وفات ہوگی اور تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

ان سب واقعات میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باطنی حالات کے بارے میں پوچھنے اور رذائل کی اصلاح حاصل کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ کاملین جن کے کمال پر قرآن و حدیث گواہ ہیں اور جن کو جنتی ہونے کی بشارتیں دُنیا ہی میں مل چکی ہیں، وہ بھی اپنے نفس کی پوری نگہداشت رکھتے تھے اور رذائل کا معمولی شائبہ محسوس ہونے پر اس کی اصلاح کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کرتے تھے، جو مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

صحابۂ کرام کی اپنے نفس کی نگرانی:

حضرت عمر فاروقؓ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے ہیں۔ عرض کیا اے خلیفۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس زبان نے مجھے بہت مصیبتوں میں مبتلا کیا ہے۔

(احیاء العلوم، امام غزالیؒ)

سیدنا عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ نماز کے بعد تقریر کا اعلان کیا جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے حمد وثناء کی، دُرود بھیجا اور پھر فرمایا اے لوگو! میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب میں بنی مخزوم میں اپنی خالاؤں کی بکریاں چراتا تھا اور مجھے اس کے عوض میں ایک مٹھی کھجور اور کشمش دیا کرتی تھیں اور میں اسی سے سارا دن بسر کرتا تھا، وہ بھی کیا دن تھے۔ تقریر ختم ہونے کے بعد عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا امیر المومنین! آج تو آپؓ نے اپنے عیب بیان کرنے کے سوا کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا اے ابن عوفؓ! میں تنہائی میں تھا میرے نفس نے مجھ سے کہا تو امیر المومنین ہے، مسلمانوں میں تجھ سے افضل کون ہوگا! تو میں نے اِرادہ کیا کہ اپنے نفس کو کچلوں اور اسے سزا دوں۔ (حیاۃ الصحابہ حصہ ہفتم صفحہ ۶۵۹ ترجمہ مولانا محمد عثمان)

حضرت عمرؓ کو کسی نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ کمر پر مَشک لدی ہوئی ہے اور لوگوں کے ہاں پانی بھرتے پھرتے ہیں۔ کسی نے پوچھا حضرت! آپؓ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کسی بادشاہ کا سفیر آیا اس نے کہا کہ آپ کے عدل کی بہت شہرت ہو رہی ہے، میرا نفس سن کر خوش ہوا، میں اس کو ذلیل کر کے اس کی اصلاح کر رہا ہوں۔ (وعظ الخضوع مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت ابوعبداللہ ہولی شداد بن ہادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر جمعہ کے دن دیکھا، آپؓ پر ایک عدنی موٹا تہبند تھا جس کی قیمت چار پانچ درہم ہوگی اور گہرے رنگ کی کوئی چادر تھی یعنی بہت معمولی لباس تھا۔ آپؓ پُر گوشت لمبی داڑھی والے حسین صورت انسان تھے۔ یاد رہے کہ حضرت عثمانؓ خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذاتی طور پر بھی بہت مالدار تھے۔

حضرت عمر بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے کُرتے پر پیوند کس لئے لگاتے ہیں آپؓ نے جواب دیا تا کہ دل میں خشوع پیدا ہو اور مؤمن اسکی اقتدا کریں۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ہفتم صفحہ ۸۳۵)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر حملہ کیا میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں، آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔

(فضائل نماز صفحہ ۹۲ مولانا زکریا صاحب ؒ)

ثعلبہ بن مالک قرظی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ بازار میں آئے اور لکڑیوں کا گٹھا لادے ہوئے تھے۔ یہ اُن دِنوں کا قصہ ہے جب کہ آپ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے کہا اے ابنِ مالک امیر کے لئے راستہ وسیع کردو۔ ابنِ مالک کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہ ؓ سے کہا کہ یہ راستہ کافی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے کہا امیر کیلئے راستہ وسیع کردوان پر لکڑی کی گڈی بھی تو ہے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ ترجمہ مولانا محمد عثمان)

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بازار سے گزرے اوران پر لکڑی کا گٹھا تھا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بے پرواہی بخشی ہے۔ جواب دیا کہ میں تکبّر کو دفع کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت میں وہ آدمی داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نئے کپڑے پہنے اور میں نے اپنے دامن پر دیکھنا شروع کیا اور میں اپنے گھر میں چل رہی تھی کبھی اپنے کپڑے دیکھتی اور کبھی اپنا دامن۔ اتنے میں میرے پاس حضرت ابوبکر ؓ تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ ؓ! کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ پاک اس وقت تیری طرف نظر نہیں کررہا۔ حلیہ ابونعیم (ایک کتاب) میں ہے حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک نیا کرتہ پہنا، میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس سے تعجب کررہی تھی تو حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا تو کیا دیکھ رہی ہے؟ اللہ پاک تیری طرف دیکھنے والا نہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیوں؟ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ بندہ میں جب زینت دُنیا کی وجہ سے عجب (خود بینی) پیدا ہوجاتا ہے تو اس کا رَب اس سے ناراض ہوجاتا ہے، جب تک کہ بندہ اس زینت کو چھوڑ نہ دے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جبھی میں نے اس کرتہ کو اُتارا اور صدقہ کردیا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا قریب ہے کہ یہ بات اس گناہ کا کفارہ ہوجائے۔

(حیاۃ الصحابہ حصہ ہفتم ۸۳۴)

حضرت عائشہ ؓ سے یہی توقع ہوسکتی ہے کہ ان کا یہ طرز، فرحِ شکر (شکریہ کی خوشی) ہو یا تحدیث

بانعمت ہو (یعنی نعمت کا شکر کے ساتھ اظہار) لیکن حضرات کاملین اور محققین اپنے اور اپنے متعلقین کے بارے میں ایسی باریک بینی فرماتے ہیں کہ رذائل کے ادنیٰ شائبہ کا بھی قلع قمع کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ان حضرات کے حالات کے پیش نظر ہمیں اپنے بارے میں سوچنا چاہیئے کہ ہم اصلاحِ باطن کے کس قدر محتاج ہیں۔

انبیاء علیہم السّلام کی پوری تاریخ اور اُمتِ مسلمہ کے پورے چودہ سو سالہ حالات اس بات کے گواہ ہیں کہ ظاہر و باطن کی اصلاح ساتھ ساتھ رہی ہے، ان کو کبھی علیٰحدہ نہیں سمجھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن کا مجموعہ تھے اور تاثیر کا یہ حال تھا کہ حالتِ ایمان میں ایک نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا ظاہری و باطنی کمالات کی منازل طے کر لیتا تھا۔ چنانچہ سارے اولیاء اللہ مل کر ایک ادنیٰ صحابیؓ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ پھر اُس دور کے مجاہدات مثلاً کفار کی مخالفت، مار پیٹ، فقر و فاقہ، فروغ دین کے لئے لمبے لمبے پُر خطر سفر، ہجرت، اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال ایسے کام تھے جن سے گزرنے کے بعد آدمی کا باطن صاف ہو کر کندن ہو جاتا تھا۔ صحابہؓ سے یہ بات تابعین کو بحیثیتِ جماعت ملی اور تابعین سے تبع تابعین کو بحیثیتِ جماعت ملی۔ چنانچہ ان تین ادوار میں خیر پوری جماعت میں غالب رہی۔ ان تین ادوار کو حدیث خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (صحیح بخاری) میں بیان کیا گیا ہے (یعنی بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہے)۔ اس کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ خیر القرون کی جامع شخصیات کی صحبتیں ناپید ہونے لگیں اور وہ مجاہدات جن سے پہلے دور کے لوگ گزرتے تھے، بوجہ غلبۂ اسلام کے ختم ہو گئے۔ نتیجۃً دینی معلومات حاصل ہونے کے باوجود عمل کی ظاہری اور باطنی کمزوریاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ اس دور میں صوفیاء کی جماعت نے کمر باندھ کر باطنی علوم، احوال، کیفیات اور مقامات کو حاصل کیا، سنبھالا اور دوسروں کو سکھانے کا نظام مرتب کیا۔ صوفیاء کی تربیّت سے گزرنے کے بعد واضح طور پر اہلِ زمانہ کو محسوس ہوا کہ وہ باطنی دولتیں جو ناپید ہو رہی تھیں وجود میں آنے لگیں۔ (باقی آئندہ)

ھوئے مَر کے وہ جو رسوا

(انجینئر نجیب الدین صاحب)

یوں تو اس کائنات کے خالق نے بدکاروں، سرکشوں اور نافرمانوں کو دنیا میں ڈھیل دی ہے اور انجام وسزا روزِ قیامت تک موقوف ہے مگر کبھی اپنی قدرت کے اظہار اور اپنے بندوں کی عبرت کے لئے یہاں بی ایک جھلک دکھادی جاتی ہے۔

عذاب الٰہی اور انجام بد کے لئے کفر وارتداد اور ختم نبوت کا انکار ہی کافی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ فحاشی، بدکاری، لواطت، شراب خوری، دھوکہ اور ظلم وستم بھی شامل ہو تو یہ کفر کی بدترین شکل ہے۔ پھر یہ سیاہ کاریاں کھلے بندوں ڈنکے کی چوٹ پر ہوں تو اللہ تعالیٰ کا قہر اسی دنیا میں نازل ہو جاتا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے چودہ سو سالہ دور میں کئی ایک فتنہ پرور کذاب آئے اور آخر کار عبرت ناک انجام سے دوچار ہو کر موجب دوزخ ٹھرے۔ اس گروہ خنازیر میں مرزا غلام احمد قادیانی سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ انگریزوں کا یہ خود کاشتہ پودا، یہودیوں کا لے پالک، ہندوؤں کی داشتہ، طاغوتی قوتوں کا ایجنٹ اور اسلام دشمن عناصر کا آلۂ کار پہلے پہل ایک عالم دین کے روپ میں سامنے آیا۔ پھر مناظر اسلام کا روپ دھارا، بعد ازاں مصلح، مجدد اور مسیح موعود کی مسند پر حملہ کرتا نظر آیا، پھر پینترا بدلا ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاحوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتا رہا اور آخر میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت پر حملہ آور ہوا اور برملا کہنے لگا ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

اُس کے گستاخ اور بے لگام قلم سے یہ بات نکلی۔ میں آدم علیہ السلام ہوں، میں نوح علیہ السلام ہوں، میں اسحٰق علیہ السلام ہوں، میں یعقوب علیہ السلام ہوں، میں اسمٰعیل علیہ السلام ہوں، میں موسیٰ علیہ السلام ہوں، میں داؤد علیہ السلام ہوں، میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں'' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں مزید گستاخی کرتے ہوئے لکھا۔ ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔''

مرزا جیسے بدقمار اور عیار شخص نے اسلام دشمن طاقتوں کی پشت پناہی کر کے ملت اسلامیہ کی ساکھ کو نقصان پہنچایا اور ناموس سالت پر رکیک حملے کیے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کی دنیوی واُخروی زندگی امن وسکون سے گزرے ایسے بدبختوں پر قہر خداوندی ایسے نازل ہوتا ہے کہ یہ قیامت تک کے لیے نشان عبرت بن جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کو درجنوں بیماریاں لاحق تھیں جو ساری زندگی اس کے ساتھ چمٹی رہیں۔ بالآخر اس کا انجام قریب آ گیا۔ مرزا کو مسلسل اسہال (دست) شروع ہو گئے۔ ساتھ ہی ساتھ قے ہونا شروع ہو گئی۔ وبائی ہیضے سے مرزا کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ مرزا کے جسم، بستر اور خوابگاہ میں سخت بدبو اور تعفن پھیل گیا۔ آخری وقت میں بعض عینی شاہدین کے مطابق مرزا موصوف کے منہ سے غلاظت وفضلہ نکل رہا تھا اسی حالت میں مرزا جہنم کو سدھار گیا۔ مرزے کی لاش کو انتہائی کسمپرسی کی حالت میں خرِ دجال (مال گاڑی) پر لاد کر قادیان لے جایا گیا۔

مرزا کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین بنا۔ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قادیانی تحریک کے پیچھے اصل دماغ حکیم نورالدین کا تھا۔ نورالدین کی پلاننگ وتدبیر ہی تھی جو اس تحریک نے یکدم شہرت پکڑی۔

نورالدین بھی مرزا کی طرح عیاش اور رنگین مزاج تھا۔ دینی علوم کے ماہر اس شخص نے چند روزہ آسائشوں، دولت وجاہ حاصل کرنے کے لیے ایک جھوٹے نبی کی خاطر اپنے علم کو استعمال کر کے آخرت کے خسارے کے ساتھ دنیا میں بھی نمونۂ عبرت بن گیا۔

زندگی کے آخری تین چار سال انتہائی کرب میں گزارے۔ مختلف النوع بیماریوں نے آ گھیرا۔ جنھوں نے اسے کسی کام کا نہ چھوڑا۔ پہلے گھوڑے سے گر کر ٹانگ تڑوا بیٹھا۔ زخم ٹھیک نہ ہوا۔ بگڑ کر گینگرین بن گیا۔ پھر ذہنی توازن بگڑ گیا۔ اور ایک عرصہ تک خلاف عقل اور توہم پرستانہ حرکات سرزد ہوتی رہیں۔ ذیابیطس، دردِ شقیقہ (شدید سر درد)، شدید بخار، دانتوں میں شدید درد، معدے میں رسولی الغرض مختلف بیماریوں نے اسے کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ جلد مرنا چاہتا تھا لیکن قدرت اسے سسکا سسکا کر مار رہی تھی۔ آخری دنوں میں زخموں کی وجہ سے منہ، گردن خون اور پیپ سے بھر گئے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر اس کے معالجین پر بھی کپکپی طاری ہو گئی۔ اسی حالت میں فالج کا شدید دورہ پڑا اور اذیت ناک حالت میں اپنی قبر میں پہنچ گیا۔

حکیم نورالدین کے مرنے کے بعد مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیرالدین محمود قادیانی خلیفہ بنا۔ ۵۲ سال تک (۱۹۱۴ سے ۱۹۶۵ء) تک مرزا محمود کو قادیانی جماعت پر کنٹرول رہا۔ وہ ایک مسلمہ سامراجی آلۂ کار، یہودی چاکر اور تاج برطانیہ کا نہایت وفادار غلام تھا۔ اس نے قادیانوں کو ایک مضبوط جماعت کے طور پر منظّم کیا اور غیر ملکی قوتوں کے ساتھ تعاون کی حکمت عملی اختیار کر کے ڈھیروں دولت سمیٹی۔

مرزا محمود نے اپنے باپ مرزے کی تعلیمات کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کر کے قادیانی مذہب کو پھیلایا اور ''سیرۃ المھدی'' کے نام سے مرزا قادیانی کی زندگی پر مبنی کتاب لکھی۔ ذاتی طور پر مرزا محمود انتہائی سیاہ کار، فسق و فجور کا عادی اور عیاش طبع آدمی تھا۔ اخلاقی قدروں کا وہ سرے سے قائل ہی نہ تھا۔ عورت اس کے نزدیک محض عورت تھی۔ اسے قطعی غرض نہ ہوتی تھی کہ وہ کس کی بیوی، بہن، بیٹی اور ماں ہے۔ اس کے اپنی سگی بہن اور بیٹیوں سے اپنی نفسانی ہوس پوری کرنے کے واقعات کے ربوہ میں کئی ایک عینی شاہدین تھے۔

زندگی کے آخری دس برسوں میں مرزا محمود خدائی پکڑ میں آ گیا۔ پہلے اس پر فالج کا شدید حملہ ہوا جس نے اسے دوسروں کی امداد کا محتاج بنا دیا۔ پھر ایک خطرناک دماغی بیماری ''شیزوفرینیا'' کا شکار ہوا اور عجیب و غریب حرکات اس سے سرزد ہونے لگیں۔ قادیانی چیلوں نے شرمندگی کی ڈر سے اسے الگ کمرے میں بند کر دیا جہاں حاجت ضروریہ بعد از فراغت، اپنے منہ پر ملتا اور کھا بھی لیتا۔ فالج کے مرض نے ایسی صورت اختیار کی کہ نصف سے زیادہ دھڑ بالکل بیکار اور شل ہو گیا اور ٹانگیں توری کی طرح لٹکنے لگیں۔

۱۹۶۵ء کے وسط کا ذکر ہے اس وقت کے صدر پاکستان ایوب خان نے سرکاری ڈاکٹروں کی ایک ٹیم لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید کی سربراہی میں مرزا محمود کے علاج کیلیے ربوہ (موجودہ چناب نگر) بھیجی مگر وہ پوری ٹیم تیسرے ہی روز واپس آ گئی۔ کرنل خواجہ صاحب کے بقول انہوں نے صدر پاکستان کو رپورٹ بھیجی کہ ''مرزا محمود کی بیماری لاعلاج ہے کیونکہ

۱۔ مرزا محمود بہت شور مچاتا اور اکثر کتے کی طرح آوازیں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔

۲۔ اس سے بدبو کے اس قدر بھبھو کے اُٹھتے رہتے ہیں کہ صفائی کرنے اور خوشبوئیں لگانے کے باوجود ختم ہونے کو نہیں آتے۔ ایسے میں اس کے پاس ٹھرنا ناممکنات میں سے ہے۔

۳۔ ہم نے تمام صلاحیتیں اور توانائیاں بروئے کار لا کر اسے ٹیکہ لگانے کی کوشش کی مگر عجیب بات ہے کہ اس بدن کے جس حصہ میں بھی ٹیکہ لگایا جاتا ہے وہاں سے پیپ نکل آتی اور جسم دوائی قبول نہ کرتا۔

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی

اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ''کشف الستر عن اوقاتِ العشاء والفجر'' (قسط۔۹)

(مفتی شوکت صاحب)

فصل نمبر 3 ﴿ماہرین فلکیات کے اقوال﴾

تمہید کے طور پر یہاں یہ بات ذہن نشین فرمالیجئے کہ اس باب (اوقاتِ نماز) میں کسی بھی ماہرفن کی بات محض صاحب فن ہونے کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ کسی چیز کے بارے میں جب شریعتِ مطہرہ نے ایک حکم صادر فرمایا ہے تو اس چیز کیلئے وہی حکم ثابت کرنے کا صرف اور صرف شریعت ہی مجاز ہے۔ اب اگر کوئی فعل وعمل (مثلاً) شرعی معیار کے مطابق نہیں ہے تو کس کی جرأت ہوسکتی ہے کہ اس کو (شرعی قواعد سے متصادم ہونے کے باوجود) واجب العمل قرار دے۔۔۔؟ لہٰذا اصولی طور پر صبح صادق کے مسئلے میں بھی کسی بھی ماہرفن کا فیصلہ اس وقت تک کبھی بھی معتبر نہیں ہوگا جب تک وہ شرعی اصولوں سے نہ پرکھا جائے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ:

(۱) کوئی شخص ماہرفن ہونے کیساتھ ساتھ شرعی احکام میں بھی مہارت رکھتا ہوا معروف ومشہور ہو، تو اس صورت میں اس کی طرف سے ایک شرعی حکم کا فیصلہ فن کی زبان میں بیان کرنا قابل قبول ہوسکتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ جب وہ شرعی احکام میں قابل اعتماد ہوکر ایک مقتداء کی حیثیت حاصل کرچکا ہے تو اس نے فن کی زبان میں بھی ایسی بات کبھی نقل نہیں کرنا ہے جو شرعی حکم سے متصادم ہو۔

(۲) اور اگر وہ ایسی شخصیت ہے جو ماہرفن ہونے کیساتھ ساتھ شرعی احکام میں ایک معروف ومشہور مقتداء کی حیثیت تو نہیں رکھتا مگر اس کا شرعی عالم ہونا مسلم ہو تو ایسے شخص کی بات بھی بنسبت ان ماہرین فن کی زیادہ قابل قبول ہوگی جن کا شرعی احکام سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

(۳) اب غیر مسلم ماہرین کے بارے میں آپ خود فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ جب ان (غیر مسلم ماہرین) کی بات ان مسلم ماہرین (جنہوں نے فن ہیئت سیکھا ہی دین کی ضرورت کیلئے ہے) سے متصادم ہو، تو اس صورت میں ان غیر مسلم صاحب فن کی بات کیسی مانی جاسکتی ہے۔ جبکہ مسئلہ خالص شرعی ہو اس کی وضاحت اس تمہید کے ابتداء میں گزرچکی ہے۔

ہم پہلے ان حضرات کی طرف سے مختصر حوالجات پیش کرتے ہیں کہ اصولی طور پر ان حضرات کی موقف کن ماہرین فلکیات پر مبنی ہے۔ پھر مسلم ماہرین کے حوالے پھر انکی تائید میں مشاہدات کے نتیجے میں دور حاضر کے علماء کا فیصلہ عرض کریں گے۔

۱۸ درجے والوں کا ماخذ:۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک صبح کاذب ذوڈیکل ٹویلائٹ کو جبکہ صبح صادق اسٹرونومیکل لائٹ کو کہا جاتا ہے۔ اگر چہ اس پر ان حضرات نے دور حاضر کے مسلم ماہرین (مگر تقریباً یہ سارے موسمیات، اور دیگر محکموں سے متعلق لوگ ہیں) کے حوالے اپنی تصنیفات میں نقل کیئے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں ان مسلم ماہرین نے بھی اعتماد غیر مسلم ماہرین کی تحقیق پر ہی کیا ہے۔ اس پر صرف دو حوالے پیش کرتا ہوں:

(۱) مولانا یعقوب قاسمی رکن جامعہ علوم القرآن مجلس شوریٰ، جمبوسر (برطانیہ) اپنی تصنیف "برطانیہ و اعلیٰ عروض البلاد پر صبح صادق و شفق کی تحقیق" میں صفحہ نمبر ۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

> "صبح شام ان تینوں شفقوں کی ابتداء و انتہاء کے وقت آسمان پر روشنی کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اس کی تشریح رائل گرین ویچ آبزرویٹری کی سائنس ریسرچ کونسل نے اپنی آسٹرونومیکل انفارمیشن شیٹ نمبر سات میں جو کی ہے وہ درج ذیل ہے......." اس کے بعد تفصیل ذکر کے آسٹرونو میکل ٹویلائٹ کو صبح صادق قرار دیا ہے..........................

(۲) اسی طرح صفحہ نمبر ۲۲۳ پر اردن کے کلیۃ الشریعہ کے ڈاکٹر ابراہیم الکیلانی صاحب کی عبارت نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

> "ومن هذه المعلومات المستفادة من الانسا كلو بيديا البريطانيه والامريكيه وتحديد درجة واحدة هي درجة ۱۸ لبداية الضوء في مطلع النهار ولغيا ....(برطانیہ۔۔ پر صبح صادق و شفق کی تحقیق" ص ۲۲۳)

ترجمہ: اور یہ معلومات کہ دن کی روشنی کا ابتداء اور انتہاء سورج کے 18 درجے زیر افق سے

ہوتی ہے، انسا ئیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسا ئیکلو پیڈیا آف امریکہ سے ماخوذ ہیں۔

اس کے علاوہ پروفیسر عبداللطیف صاحب نے بھی اپنی کتاب ''صبح صادق وصبح کاذب'' غیر مسلم ماہرین یا ان مسلم ماہرین، جن کا علم دین کیساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ان مسلم ماہرین نے بھی بعض اوقات اپنی عبارات میں غیر مسلم ماہرین کی تصریحات ذکر کئے ہیں۔

ابوریحان البیرونیؒ اور ۱۸ درجے پر صبح صادق؟

یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے پاس متقدمین مسلم ماہرین فن کا ایک حوالہ بھی نہیں پایا جاتا۔ البتہ ابوریحان البیرونیؒ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں، مگر اس کی جو توجیہ یہ حضرات فرماتے ہیں، اس کی دلالت اپنے مدلول (صبح صادق) پر قطعی نہیں ہے۔ جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب ایک رسالے میں تحریر فرماتے ہیں؛

''القانون المسعودی میں لکھتے ہیں۔ او لھا مستدق مستطیل منتصب یعرف بالصبح الکاذب و یلقب بذنب السرحان و لا یتعلق به شیء من الاحکام الشرعیة و لا من العادات الرسمیة، والنوع الثانی حمرۃ تتبعھا و تسبق الشمس و ھو کالاول فی باب الشرع و علیٰ مثله حال الشفق فان سببھما واحد و کونھما واحد ، و ھو ایضاً ثلاثة انواع مخالفة الترتیب لما ذکرنا ، و ذالک ان الحمرۃ بعد غروب الشمس اول انواعه ، و البیاض المنتشر ثانیھا ، و اختلاف الائمة فی اسم الشفق علی ایھمایقع اوجب ان یتنبه لھما معاً ، و الثالث المستطیل المنتصب الموازی للذنب السرحان ، و انما لا یتنبه الناس له لأن وقته عند الاختتام الاعمال و اشتغالھم بالاکتنان، و اما وقت الصبح فالعادۃ فیه جاریة باستکمال الراحه و التھیؤ للتصرف فھم فیه منتظرون طلیعة النھار لیأخذوا فی الانتشار فلذالک ظھر لھم ھٰذا و خفی ذالک ، و بحسب الحاجة الی الفجر و الشفق رصد اصحاب ھٰذہ الصناعة امرہ

فحصلوا من قوانين وقته ان انحطاط الشمس تحت الافق متىٰ كان ثمانية عشر جزء كان ذالك الوقت طلوع الفجر فى المشرق و مغيب الشفق فى المغرب و لمّا لم يكن شياً معيناً بل بالاول مختلطاً اختلف فى هٰذا القانون فراٰه بعضهم سبع عشر جزء اً

اس عبارت کواگر غور سے پڑھا جائے تو اس میں صبح صادق اور شفق دونوں کے لئے 18 درجے کا وقت بتایا ہے اور بعض صورتوں میں بعض کے حوالے سے اس کو 17 درجے کے وقت کے ساتھ مختلط بتاتے ہیں کیونکہ حضرت اس میں بیاض مستطیل اور حمرۃ کوایک طرح کا سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ شرعی احکامات وابستہ نہیں اور لوگوں کو چونکہ شفق اور فجر (صادق) کی ضرورت پڑتی ہے اس لیئے اس کے لیئے قوانین جو وضع کیئے گئے تھے وہ بتادیئے کہ صبح صادق اور شفق کے لیئے 18 درجے زیر افق ہیں.........................(صبح صادق وصبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ، ص۱۳، ۱۴)

البیرونیؒ کی عبارت کی وضاحت :

جناب سید صاحب کے برعکس 15 درجے کے قائلین حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ماہرین فن ہیئت جب مطلق صبح کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے مراد '' اول فجر (صبح کاذب) '' ہی لیا جائیگا۔عربی جاننے والے ہی صرف سمجھ سکتے ہیں کہ عبارت مذکورہ میں پہلے صبح کی تین اقسام (پہلے بیاض مستطیل پھر بیاض مستطیر پھر حمرۃ) ذکر کی گئی اور اسکے بعد اسی ترتیب کے بالعکس بعد غروب شمس (یعنی شفق کی بھی) کی تین حالات (پہلے سرخی پھر بیاض مستطیر پھر بیاض مستطیل) کا تذکرہ کیا گیا۔علاوہ ازیں قبل طلوع الشّمس اور بعد غروب الشّمس کے دو حالات (حمرۃ اور بیاض مستطیر) کا تذکرہ بھی ساتھ ساتھ ہو گیا (کہ دونوں صورتوں میں ان دونوں حالات کے ظہور وغیوب میں نہ کسی قسم کا خفاء ہے نہ ابہام مگر) اس کے بعد دونوں صورتوں (یعنی صبح وشام) میں بیاض

مستطیل کی بحث ابھی رہتی ہے۔تو اس کے بارے میں فرمایا کہ ایک دوسرے کے مقابل ہوکر رات کے اندھیرے کیساتھ متصل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔مگر لوگوں کے حوائج وضروریات کیساتھ دونوں کا تعلق الگ الگ ہے۔ایک (یعنی بیاض شفق) دن کے اختتام پر غائب ہوتا ہے، جس وقت لوگ اپنے تمام مشاغل سے فارغ ہوکر اپنے اپنے گھروں میں داخل ہورہے ہوتے ہیں۔دوسرا (بیاض فجر) جو رات کے اختتام اور دن کے ابتداء کے وقت طلوع ہوتا ہے۔چونکہ لوگ پوری رات آرام کرنے کے بعد دن کے انتظار میں ہوتے ہیں لہٰذا دن کے شروع ہونے سے پہلے ان پر یہ (بیاض فجر) ظاہر ہوتا رہا، اور رات کے اندھیرے چھانے سے پہلے پہلے لوگوں کا گھروں جانے کی وجہ سے وہ (بیاض شفق) مخفی رہا فرمایا'' فلذالک ظھر لھم ھٰذا و خفی ذالک '' اور ظاہر ہے کہ یہی بیاض مستطیل صبح کاذب ہے۔

(۱) اب اگر عبارت مذکورہ میں ''مطلق صبح'' سے مراد صرف ''صبح صادق'' لیا جائے (جیسا کہ ۱۸ درجے کے قائلین نے ایسا کیا ہے) تو پھر سوال یہ ہے کہ قولہ و اما وقت الصبح کس کا مقابل ہے۔۔۔؟

(۲) کیا مصنف علیہ الرحمۃ نے جو ترتیب فجر میں (پہلے بیاض مستطیل پھر بیاض مستطیر پھر حمرۃ) بیان فرمائی ہے، پھر اس کے بالکل برعکس شفق میں (پہلے سرخی پھر بیاض مستطیر پھر بیاض مستطیل) تو اس ترتیب عکسی کو مدنظر رکھتے ہوئے فلذالک ظھر لھم ھٰذا و خفی ذالک کے جملے میں ظھر لھم ھٰذا سے کیا مراد ہوگا۔۔۔؟

(۳) اب اگر اس (ظھر لھم ھٰذا) سے مراد بیاض مستطیر لیا جائے تو کیا یہ خفی ذالک کے مقابل ہوکر اس سے مصنف علیہ الرحمۃ کے اس اصول و ھو ایضاً ثلاثۃ انواع مخالفۃ الترتیب لما ذکرنا کی مخالفت لازم نہیں آئیگی۔۔۔؟

ایک اور مثال :

جیسا کہ اوپر البیرونی کی عبارت کی وضاحت سے یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے، کہ ماہرین فن ہیئت جب مطلق صبح کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس سے مراد '' اول فجر (یعنی صبح کاذب) '' ہی ہوتا ہے۔یہی بات کتاب التصریح کے حاشیہ پر بالکل صراحت کیساتھ منقول ہے :

ان انحطاط الشمس من الافق عند اول طلوع الصبح وھو البیاض

المستطیل المسمی بالکاذب وآخر غروب الشمس وھو البیاض المستدق المستطیل الذی قلما یدرک صفاءہ لوقوعه فی وقت النوم ورجوع الناس الی مساکنھم للاستراحة بخلاف اول الصبح فانه وقت استکمال الراحة والاستعداد للمصالح فالناس ینتظرون فیه طلیقة النھار بطلوع الفجر لینتشروا لابتغاء حوائجھم یکون ثمانیة عشر جزء من دائرة الارتفاع ....(التصریح صفحہ نمبر ۶۸ حاشیہ ۵)

ترجمہ: یقیناً افق سے سورج کا جھکاؤ اول صبح کے وقت جو کہ سفید مستطیل روشنی ہو کر کاذب کہلاتی ہے، اور غروب شمس کے بعد آخر شفق جو بیاض مستطیل ہوتی ہے اور چونکہ اس وقت لوگ (دن بھر کام کرنے کے بعد) آرام کرنے کیلئے گھروں کو لوٹنے اور سونے کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں، اسلئے اس کا ادراک کم ہوتا ہے۔ بخلاف اول صبح کے کہ یہ آرام کی تکمیل اور دیگر مصالح دنیویہ کی تیاری کا وقت ہوتا ہے اسلئے لوگ اس وقت دن کی روشنی اور صبح کا انتظار کرتے ہیں تاکہ نکل کر اپنے حوائج کو پورا کرنے کی کوشش میں لگ جائیں، اس وقت سورج ۱۸ درجے پر ہوتا ہے۔

آپ حضرات ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ عبارت مذکورہ میں اول الصبح کو بیاض مستطیل المسمی بالکاذب بتلایا اور پھر اس کی وجوہات ذکر فرمانے کے بعد اس کو مطلقاً فجر سے تعبیر کر کے اس کا مقام و درجات ۱۸ متعین فرمادئے۔ یہی وجہ ہے کہ شرح چغمینی کے محشی علیہ الرحمۃ نے البیرونیؒ کی عبارت میں منقول " مطلق صبح " سے مراد صبح کاذب ہی لیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ثمانیة عشر جزءً ھٰذا ھو المشھور ووقع فی بعض کتب ابی ریحان انه سبعة عشر جزء وقیل انه تسعة عشر جز وھٰذا فی ابتداء الصبح الکاذب. ....(حاشیہ ۹ شرح چغمینی ص ۱۲۲، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ)

ترجمہ : ۱۸ درجے والی بات مشہور ہے، اگرچہ ابی ریحان کی بعض کتب میں یہ مقدار ۱۷ بھی منقول ہے اور کسی نے تو ۱۹ درجے والے قول بھی لیا ہے۔ اور یہ ساری اختلافی بحث صبح

کاذب سے متعلق ہے۔

اس سے یہ حقیقت بالکل بے غبار ہوگئی کہ ابی ریحان کی کتاب میں اگر کہیں ۱۸ یا ۱۷ درجات پر صبح کی بات لکھی ہے تو اس سے مراد صبح کاذب ہی ہے۔

اعتراض: جناب سید کاکاخیل صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں ''کہ محشی شرح چغمینی ناقل ہیں جب البیرونی اپنی عبارت میں خود صبح صادق فرمارہے ہیں تو ناقل کو کیا حق کہ وہ اس کو صبح کاذب قرار دے۔۔۔؟''

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کس نے کہا ہے کہ البیرونیؒ نے خود صبح صادق کہا ہے، وہ خود صبح صادق کی تصریح فرما چکے ہوتے تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا، انہوں نے کہاں صبح کیساتھ صادق تحریر فرمایا ہے؟ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں لکھا جیسا کہ اعتراض میں کہا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے تو مطلق ''صبح'' تحریر فرمایا ہے۔ آپ انکی عبارت پڑھتے ہیں تو اپنے ذہن کے مطابق اس سے معنی صبح صادق اخذ کرتے ہیں۔ جب انہوں نے خود ''صادق'' کی تصریح نہیں فرمائی، تو عبارت پڑھ کر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس عبارت سے البیرونی کا جو مقصد ہے وہ ہم یوں سمجھے ہیں۔ اب جب بات ''سمجھ'' کی آتی ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ: محشی شرح چغمینی بنسبت آپکے صحیح سمجھے ہیں جب محشی علیہ رحمۃ نے البیرونی ہی کی کتاب کی تشریح کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا: **وھذا فی ابتداء الصبح الکاذب** ۔ اگر البیرونی بقول سید صاحب ''صبح صادق'' کو ۱۸ درجے پر بتاتے، تو محشی علیہ الرحمۃ اتنی سمجھ سے بھی قاصر تھے کہ البیرونی کی عبارت کا واضح مفہوم چھوڑ کر اس کا بالکل برعکس لکھ مارا۔۔۔؟ علاوہ ازیں ہم نے بھی اپنی ناقص علم کے مطابق عربی قواعد کو مدنظر رکھ کر وہی مطلب سمجھا جو محشی شرح چغمینی نے بیان کیا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ جب البیرونی اپنی عبارت میں خود صبح صادق فرمارہے ہیں تو ناقل کو کیا حق کہ وہ اس کو صبح کاذب قرار دے؟ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ البیرونی سے لفظ ''صادق'' کی تصریح کوئی نہیں منقول۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

مسلم خواتین کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات (آخری حصہ)

(حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نوراللہ مرقدہٗ)

عورت کی آواز: جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اُس کی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں ان کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ (متفق علیہ)

نامحرم عورت کو دیکھنا: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسلمان کسی عورت کے محاسن یعنی حسن و جمال کو دیکھ کر اپنی آنکھ بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسی عبادت نکال دیتا ہے جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ طبرانی نے نظرِ اول کی قید لگائی ہے۔ (احمد و طبرانی)

نامحرم کے گھر میں جانا: حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مت داخل ہو تم ایسی عورتوں کے پاس جن کے شوہر موجود نہیں ہیں کیونکہ شیطان تمہاری رگوں میں خون کے ساتھ چلتا ہے (یعنی غلبۂ شہوت میں شیطانی وسوسوں سے بچنا نہایت ہی مشکل ہے)۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

جنت سے محرومی: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے؛

۱۔ دیوث

۲۔ مردانی شکل بنانے والی عورتیں

۳۔ ہمیشہ شراب پینے والا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا دیوث کون ہے؟ فرمایا جس کو اس کی پروا نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا ہے کون جاتا ہے۔ (طبرانی)

نامحرم عورتوں سے سلام و مصافحہ: حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چبھو دی جائے یہ اس بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے

جو اس کے لئے حلال نہیں۔ (طبرانی)

(اجنبی) عورت کو سلام کرنا اسی طرح (اجنبی) مرد کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ (اس کو قیم نے حلیہ میں عطا خراسانی سے مرسلاً روایت کیا ہے)۔ آدمی کا گارے میں اَٹے ہوئے اور بدبودار سڑی ہوئی کیچڑ میں لتھڑے ہوئے سور سے ٹکرا جانا گوارا ہے اس کے مقابلہ میں کہ اس کے شانے کسی ایسی عورت سے ٹکرا جائیں جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔ (طبرانی، ابوداؤد)

عورت کی وضع قطع اور لباس: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کی وضع قطع کا لباس پہنے۔ حضرت ابنِ ابی ملیکہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مردانی وضع قطع بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، حیات المسلمین)

عورتوں کو مصنوعی بالوں کا چونڈا باندھنے سے بھی نہایت زبردست وعید سے روکا ہے۔ (مسلم)

حدیث میں ہے کہ عورت کو ایسا باریک دوپٹہ نہ اوڑھنا چاہئے کہ سر کے بال اور جسم نظر آئے۔ (ابوداؤد)

عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنیں جس کی آستینیں پوری ہوں، آدھی آستین کا کرتہ یا قمیص پہننا سخت گناہ ہے۔ اور ایسا باریک لباس پہننا بھی منع ہے جس سے بدن جھلکتا ہو۔ ایسی عورتیں قیامت کے دن برہنہ اُٹھائی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ، بہشتی زیور)

عورتوں کے حقوق کا تحفظ: حضرت عمرو بن احوص جیشمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا، پہلے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کچھ باتوں کی نصیحت کی پھر فرمایا لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کیطرح ہیں، تمہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کا کوئی حق نہیں سوائے اس صورت کے کہ جب ان کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو خوابگاہوں میں ان سے علیٰحدہ رہو اور انہیں مارو بھی لیکن ایسی مار ہو کہ کوئی شدید چوٹ نہ آئے پھر اگر وہ تمہارا کہنا ماننے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کی راہیں مت ڈھونڈو۔ دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں۔ ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو! تم پر اُن کا یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

(ترمذی)

ملفوظاتِ شیخ 〈حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم〉 (قسط۔۹)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

اللہ والوں کے سامنے بھڑک اُٹھنے سے دُنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہوجاتاھے:

فرمایا کہ ہم جب کوئٹہ میں جماعت میں چل رہے تھے تو ظہر کے بعد امیر صاحب نے مُجھ سے کہا کہ تعلیم کرو۔ میں نے تعلیم کی۔ تعلیم میں دو چار حدیثیں پڑھنے کے بعد لوگوں کو بتایا کہ عصر کے بعد گشت ہوگا، مغرب کے بعد بیان ہوگا اور دعا کر کے لوگوں کو رخصت کردیا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھی اُس جماعت میں تھے (رائے ونڈ کے اجتماع میں بیان کرتے ہیں، عالم بھی ہیں اور بڑے پرانے بزرگوں میں سے ہیں) اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ بات سنو۔ تو نے لوگوں کو دعا کرنے کے بعد رخصت کردیا۔ چاہیے تھا کہ اس بات کو کہہ کر اپنی تعلیم جاری رکھتے اور اُس کے بعد اگر کوئی بیٹھتا تو ٹھیک ورنہ چلا جاتا۔ میں تو کالج کا مقرر (Debator) اور لیڈر قسم کا آدمی تھا، کوئی الیکشن ہوتا تو اُس کو میں نے لڑنا ہوتا تھا، کوئی Debate (تقریری مقابلہ) ہے تو اُس میں جانا ہے، کوئی مضمون کا مقابلہ ہے تو اُس میں جانا ہے اور کسی چیز میں کسی کو آگے نہیں چھوڑنا ہے، ایسی طبیعت تھی۔ تو مجھے بڑا غصہ آیا کہ سارے لوگ تو ایسا ہی کرتے ہیں اور مجھ سے ایسا کہا جارہا ہے لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اللہ والے بزرگ ہیں مجھے اُن کے سامنے غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ حضرت! ہم سب تو اسی طرح سے ہی کرتے ہیں۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے، برخوردار! آپ لوگ اُن کو اپنا پروگرام بتادیا کریں اور اپنی تعلیم جاری رکھا کریں، اگر آپ نے جاری رکھا ہوتا تو کوئی آدمی ایک حدیث زیادہ سن لیتا تو اُس کو فائدہ اور ثواب ہوجاتا، آپ نے اس سے محرومی کردی۔ میں نے کہا کہ اُوہو میں نے تو واقعی بڑی غلطی کردی۔ ایک تو یہ بات اور دوسرا یہ خیال آیا کہ میرا عام طور پر جو بھڑک جانے کا مزاج ہے تو شُکر ہے کہ اللہ والوں کے سامنے بھڑکنا نہیں ہوا کیونکہ اگر یہاں بھڑک اُٹھتا تو دُنیا و آخرت دونوں کے نقصان اُٹھانے کا خطرہ تھا۔

اللہ والے اللہ کے کلام کو اَجر و ثواب اور آخرت کی نیت سے پڑھتے ھیں:

فرمایا کہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کا واقعہ ہے کہ اُن کے گھر پر فاقہ ہوتا تھا، ایک دفعہ جب کہیں سے واپس آئے تو کچھ دِن تک فاقہ نہیں ہُوا، اُنھوں نے اپنی گھروالی سے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی؟ اُس نے جواب

دیا کہ جن حضرت صاحب سے ہمارا بیعت کا تعلق ہے وہ تشریف لائے تھے۔ آپ دَورے پر گئے ہوئے تھے اور ہمارے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر گھروں میں پتہ کرایا اور قرضہ لینے کی کوشش کی مگر کچھ نہیں ملا۔ آخر حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو اُن کو بتایا کہ گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، ہم نے کوشش کی لیکن کچھ بھی نہیں ملا۔ اس پر اُنھوں نے اپنی طرف سے ایک روپیہ دیا اور کہا کہ اس کا آٹا منگواؤ۔ جب ہم نے آٹا منگوایا تو حضرت صاحب نے ایک تعویذ لکھ کر اُس میں رکھ دیا اور کہا کہ اِس میں سے آٹا نکال کر پکاتی رہیں۔ ہم پکاتے رہے مگر وہ ختم نہیں ہوتا۔ شاہ ابولمعالیؒ نے کہا کہ سُبحان اللہ اِتنا مُبارک تعویذ حضرت صاحب نے دیا ہے وہ تعویذ لاکر دِکھاؤ۔ جب گھر والی نے تعویذ لاکر دکھایا تو کہا کہ یہ تو ہم اپنی دستار میں باندھ کر رکھیں گے کہ اِس کا تبرک ہم کو حاصل ہو۔ اور اس طرح آٹا ختم اور پھر فاقے شروع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص تعلق والے بندے اللہ تعالیٰ کے کلام کو معمولی کاموں کے لیے استعمال نہیں کرتے۔ حضرت تھانویؒ کی بیان کردہ مثال ہے کہ آپ کے کوئی ایسے بزرگ ہوں جن سے آپ کا بیعت کا تعلق ہو اور وہ آپ کے گھر آئے ہوں اور آپ اُن کو دروازے پر کھڑا کر دیں کہ آج رات ہمارے گھر کی چوکیداری کرینگے۔ چوکیداری تو ہو جائے گی مگر کیا یہ مناسب بات ہوئی! شاید مناسب نہ ہوئی کہ اتنا معزز مہمان آیا اور اس سے ایسا کمتر کام لیا۔ ایسے ہی اللہ والے اللہ کے کلام کو اَجر و ثواب اور آخرت کی نیت سے پڑھتے ہیں کہ اِس کا جو اصل مقصد اَجر و ثواب کا ہے وہ ہمیں آخرت میں ہی ملے۔

خیرالقرون دور کے چور بھی تارک الصلوٰۃ نہ تھے: فرمایا کہ کسی آدمی نے فرض دہرائے اور وہ فرض اُس کے ذمے نہیں رہتے تھے تو نفلوں کا ثواب اُس کو ہو گیا۔ اہلِ حدیث کا مسلک نمازیں دُہرانے کا نہیں ہے کہ جو نمازیں قضا ہو گئیں سو قضا ہو گئیں اور قصداً کی ہوئی ہیں اِسلئے دُہرانا ضروری نہیں ہے۔ اور ہم کیوں دھراتے ہیں؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُہرائی ہیں۔ اُس دَور میں قصداً تارک الصلوٰۃ ہوتے نہیں تھے۔ لوگوں میں بعد میں بے دینی آئی ہے۔ اُس دور میں لوگ شرابی تو ہوئے ہیں مگر بے نمازی نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ چوریاں کرنے والے بھی نماز پڑھتے تھے۔ تارک الصلوٰۃ نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ تارک الصلوٰۃ ہونا اِتنا بڑا جرم ہے کہ بعد کفر کے بدکاری و زنا و قتل سے بھی بڑا جُرم ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ آتا ہے کہ اُن کے شہر کے محلے میں چوری ہوگئی اور چور چونکہ اُسی محلے کے تھے تو جس

کے گھر چوری ہوئی تھی اس نے چوروں کو پہچان لیا۔اور اُنھوں نے اُس آدمی سے کہا کہ کہ تو قسم کھا کہ تم پر تمھاری بیوی تینوں شرطیں طلاق اگر کل کو تو کسی کو ہمارے بارے میں یہ بات بتائے ۔اَب آدمی کیا کرے کہ اُنھوں نے ہاتھ میں تلوار پکڑی ہوئی ہے۔اَب اُس سے تینوں شرطیں طلاق کروالیں ۔اَب وہ بیچارہ آدمی کہ مال بھی چوری ہوا ہے اور کسی کو بتا بھی نہیں سکتا۔کرے تو کیا کرے۔اور سخت پریشان ہے کہ اگر مال کا کہتا ہوں تو بیوی جاتی ہے۔خیر کسی نے اُسے کہا کہ آپ کو جو بھی تکلیف ہے آپ امام ابو حنیفہؒ سے ملیں اور اپنی تکلیف اُن سے بیان کریں۔وہ آپ کو حل بتا دینگے۔وہ آدمی امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا اور اُنہیں اپنی مشکل سے آگاہ کیا۔اُنھوں نے کہا کہ اِنشااللہ میں آپ کا مسئلہ حل کرونگا اور بیوی بھی طلاق نہیں ہوگی۔وہ آدمی چلا گیا،اُس نے دوسرے علماء کرام کو بھی بتایا کہ امام صاحب ایسا کہتے ہیں کہ آپ سے میں چوروں کو بھی معلوم کرواؤنگا اور بیوی بھی طلاق نہیں ہوگی۔اہل حق اور اہل اللہ کے ہمیشہ مخالف ہوتے ہیں۔تو اُنھوں نے کہا کہ بڑی قابلیت آئی ہے کہ بیوی بھی طلاق نہیں ہوگی اور چور بھی معلوم ہوجائینگے۔واہ واہ! کیا نیا مسئلہ نکالیں گے فقہ میں؟ خیر امام صاحب نے کہا کہ میں آپ کے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آؤنگا۔وہاں نماز پڑھنے کیلئے چلے گئے۔جب نماز ہوگئی تو اُنھوں نے کہا کہ اب باہر کوئی نہ نکلے مسجد کے دروازے بند کردیئے۔

اُس آدمی کو کھڑا کیا اور کہا کہ اب میں ایک ایک آدمی کر کے نکالوں گا، جو چور نہ ہو تو یہ کہتے جانا کہ 'یہ چور نہیں ہے' اور جب چور نکلنے لگے تو چُپ ہو جانا۔یہ نہ کہنا کہ 'یہ چور ہے'۔حضرت اب ایک ایک آدمی کو نکال رہے ہیں۔جُوں چور آیا وہ خاموش ہوگیا تو اُس کو پکڑ لیا گیا۔پھر ایک ایک آدمی کر کے نکال رہے ہیں۔پھر ایک آدمی پر خاموش ہوگیا۔تو اُس کو بھی پکڑ کر الگ کردیا۔اور اِسی طرح تیسرا آدمی بھی پکڑ کر علیٰحدہ کردیا۔پھر باقی سارے چلے گئے۔تو اِس طرح سارے چور پکڑے گئے۔تو جب اُس آدمی نے باقی تمام علماء کرام کو تدبیر سُنائی تو اُنھوں نے کہا کہ واقعی اِس شخص کا دماغ کام کرتا ہے۔یہ واقعہ اس بات کو واضح کرنے کے لئے سنایا ہے کہ اس زمانے کے چور بھی تارک الصلوٰۃ نہ تھے۔

امیر بنانے کا طریقہ: فرمایا کہ پشاور یونیورسٹی کی تبلیغی جماعت کے کام کے شروع کے پچیس سالہ دور میں ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ ہی امیر تھے۔ حضرت کے ساتھ بندہ کو کام کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ بندہ پر حضرت کی بہت شفقت تھی اور اعتماد فرماتے تھے۔ یونیورسٹی ہاسٹلوں کے امیر اُنھوں نے ہی بنانے ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ بندہ ہی سے رائے لیتے تھے۔ جب نیا سال شروع ہوجاتا تو امیر بنانے کا یہ طریقہ کرنا ہوتا تھا کہ ساتھی سارے شبِ جمعہ چلے جاتے تھے۔ تو جس کو امیر بنانا ہوتا تھا اُس کو میں کہتا کہ ساتھیوں کے لئے چاولوں سے بھرے ہوئے دیگچے آج تم سر پر اُٹھا کر لاؤ گے۔ جمعہ کی شب کو اتفاقاً فرنی ہوتی تھی۔ انگریزوں نے کالج تو ایسے ہی آباد نہیں کیے، جمعہ کو چھٹی نہ رکھی اور پھر سویٹ ڈِش بھی رکھ دی تا کہ لڑکے نہ تو گھروں کو جائیں اور نہ ہی مسجد میں مولوی کی بات سنیں۔ خیر پلاؤ، فرنی اور ساری چیزیں لیکر اُس نے پہنچانی ہوتی تھیں۔ اور پھر اُس کے ذمے ہوتا تھا کہ کھانا ساتھیوں کو کھلائے۔ جب وہ ساتھیوں کو کھانا کھلانا شروع کرتا تو میں شروع ہوجاتا تھا کہ اس کی شکل کو دیکھو کہ اس نے دیگچے کو کیسے باندھا ہوا ہے۔ اُس کو تو پلیٹ اُٹھانا نہیں آتا ہے۔ یہ خدمت نہیں کر سکتا ہے وغیرہ۔ آدھا گھنٹہ میں نے اُس کو لتاڑنا ہوتا تھا۔ تو جو آدھ گھنٹہ کی لتاڑ سن لیتا اُس کو امیر بنادیا جاتا تھا۔

سلاسل میں بیعت ہونے کے لئے اصلاح کی نیت کرنی ہوتی ہے:

فرمایا کہ آدمی جب سلاسل میں بیعت ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت کرنی ہوتی ہے کہ اگر ایک لنگوٹ باندھ کر پھرنے کا کہا گیا تو پھریں گے۔ مکتوبات صدی میں بعض اولیاء کرام کے بھیک مانگنے کے حالات لکھے ہوئے ہیں کہ جب مرید ہوئے تو گلے میں اُنکے کشکول ڈالا اور جھولی ڈالی اور کہا کہ جا کر سارے شہر سے بھیک مانگ کر آؤ۔ باقاعدہ اُس میں لکھا ہوا ہے۔ بلکہ اُس میں یہ واقعہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک آدمی کو بھیک مانگنے پر لگایا تو جب کچھ دنوں کے بعد اُس نے کہا کہ شیخ صاحب! اب تو بُرا حال ہے کہ کوئی بھیک بھی نہیں دیتا ہے اور اُلٹا تنگ بھی کرتے ہیں۔ بُرا بھلا بھی کہتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ اب تجھے اپنی

قیمت کا پتہ چلا۔تو اس نے کہا کہ ہاں جی اب پتہ چلا ہے۔شیخ نے کہا کہ اچھا اب تو اس جھولی کو اُتار دو اور کشکول کو چھوڑ دو۔اور اب آجاؤ کیونکہ اب تم اصلاح کے رُخ پر آ گئے ہو۔

مجلس میں سے ایک ساتھی کے سوال کا جواب : مجلس میں سے ایک ساتھی نے سوال کیا کہ کسی دینی شخص کا دن منایا جا سکتا ہے یا نہیں۔یا کوئی بزرگ یا دینی شخص شہید ہو گیا ہو تو اُس کی یاد میں دن منا سکتے ہیں یا نہیں۔شرعی طور پر جائز ہے؟

جواب میں حضرت نے فرمایا کہ دن منانا تو ہماری اِسلامی شریعت میں حضور ﷺ کے لیے نہیں کیا گیا۔ خلفاء راشدین کے لیے نہیں کیا گیا۔دن منانا عیسائیوں کا ایک طریقہ ہے۔اور دن منانا تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔کسی دن بھی یا کسی مہینہ یا سال کے کسی دن بھی حضور ﷺ کی سیرت اور مناقب پر بیان کر دیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب بیان کر دیں۔اشتہار آپ نے لگا دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کے لئے بیان ہوگا۔ یہ صورت تو جائز ہے لیکن دن منانا ...... اسکی ترتیب شریعتِ اسلامیہ میں نہیں گزری ہوئی۔ ہمارے اکابرین خاص طور پر حضرت تھانویؒ صاحب تو اپنی خانقاہ میں کام کرتے رہے ہیں۔اور دورے پر جاتے ہوئے مختلف جگہوں پر بیان کرتے رہے ہیں اور سادہ سی بات تھی کہ بس دین کی بات بیان کرنے آئے ہیں۔نہ یہ تھا کہ کوئی دن منا رہے ہیں یا یہ کہ سیرت کا جلسہ کر رہے ہیں اور نہ کوئی موضوع ہے بس یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی بات بیان کرنے آئے ہوئے ہیں اور لوگ فائدہ اُٹھانے کے لیے آجائیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا : فرمایا کہ حضرت شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک کہانی لکھی ہے کہ ہم ایک کشتی میں بیٹھے سفر کر رہے تھے اور ہمارے آگے ایک دوسری کشتی جا رہی تھی۔اس کشتی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور وہ ڈوبی اور اس میں موجود دو آدمی ڈوبنے لگے اور ڈبکیاں کھانے لگے۔تو ہم نے اپنی کشتی میں کہا کہ اگر کوئی ملاح یا تیراک ہو جو اس کشتی میں ان ڈوبنے والے آدمیوں کو بچائے تو اس تیراک کو ایک ایک آدمی کے بدلے پچاس یا غالباً پانچ سو دینار دینگے۔اس

کشتی میں ایک تیراک تھا اس نے چھلانگ لگائی اور ایک آدمی کی طرف بڑھا اور کوشش کر کے اسے بچا لایا اور اسے کشتی میں ڈال دیا۔لیکن اتنی دیر میں دوسرا آدمی ڈوب گیا۔کشتی والے مسافروں نے کہا کہ بس اس کی قسمت میں ڈوبنا لکھا تھا اور وہ ڈوب گیا اور یہ جو آدمی تھا اس کو بچا لیا گیا۔کشتی والے مسافر اسی بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ تیراک نے ان سے کہا کہ دراصل بات ایسی ہے کہ ان دونوں کو میں پہچانتا تھا۔جو ڈبکیاں کھا کر ڈوب رہے تھے،ان میں سے ایک آدمی وہ تھا کہ میں ایک دفعہ جنگل اور صحرا میں آ رہا تھا اور میں تھک گیا تھا تو اس آدمی نے مجھے اپنے اُونٹ پر بٹھایا اور تکلیف میں مجھے راحت پہنچائی تھی اور یہ جو دوسرا آدمی تھا.....یہ بھی ہمارے محلے کا تھا لیکن اس نے بچپن میں میری پٹائی کی تھی۔اس لیے جس کا مجھ پر احسان تھا میں اس کی طرف بڑھا تا کہ اس کو بچاؤں۔اس کو بچایا تو دوسرا اس دوران ڈوب کر مر گیا۔نتیجے میں کہانی کے آخر میں لکھا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ کہ جس نے نیک عمل کیا اپنے لیے کیا۔واقعی اُونٹ پر بٹھانے کا ایک نیک عمل ان دو آدمیوں کے درمیان تھا جس نے عرصۂ بیس سال،پچیس یا تیس سال کے بعد اپنا اثر دکھلا کر اس کو فائدہ دلایا۔اور پٹائی والا عمل ایک آدمی کی گردن پر تھا جس میں پچیس یا تیس سال یا جتنا عرصہ درمیان میں گزرا،اتنے عرصے بعد اس نے اپنی تاثیر دکھائی اور اس کو نقصان پہنچایا۔

قرآن پاک میں علوم کی بھار ھے: فرمایا کہ ایک حدیث شریف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو لرزتی تھی،ڈولتی تھی تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑوں کو ڈالا،پہاڑ زمین کی میخیں ہیں۔انھوں نے اس کا ڈولنا،لرزنا کپکپانا روکا۔تو اس کے بعد انسانوں کی رہائش کے قابل ہوسکی ہے گویا اس کا لرزنا،کپکپانا،یہ پہاڑوں کے ڈالے جانے سے رُکا اور پہاڑ جو ہیں.....زمین کی میخیں ہیں۔قرآن میں ہے کہ وَ الْجِبَالَ اَوْتَادًا۔اور بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں۔پشاور یونیورسٹی کے شاہ ولی اللہ ہاسٹل کا میں وارڈن ہوتا تھا اور وہاں صُبح کے وقت ہمارا درسِ قرآن ہوتا تھا۔رات کو جغرافیہ میں پی ایچ ڈی ایک پروفیسر میرا مہمان تھا۔صبح درس میں بیٹھا تو یہ آیت گزری وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔اور ہم نے بنایا پہاڑوں کو میخیں۔تو اس کی میں نے جو تھوڑی سی تشریح کی تو پروفیسر صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کو پھر کہو کہ یہ کیا بات کہی گئی ہے قرآن پاک

میں؟ تو میں نے کہا کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۔ کہ بنایا ہم نے پہاڑوں کو میخیں۔ تو وہ کہنے لگا..... سُبحان اللّٰہ، سُبحان اللہ ،اور اس آدمی پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے کہا کہ اس میں ہمارے جغرافیہ کا بڑا زبردست اُصول بیان ہوا ہے۔ جغرافیہ میں اس بات پر بحث ہے کہ ہر زمین کا جو بڑا میدانی ٹکڑا ہوتا ہے اس کے گرداگرد پہاڑ میخوں کی شکل میں لگے ہوتے ہیں اور انھوں نے اس کو پکڑا ہوا ہوتا ہے یعنی اپنی جھولی میں، دامن میں پکڑا ہوا ہوتا ہے. یہ پاکستان و ہندوستان کا جو میدان ہے اس کو ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم کے پہاڑی سلسلوں نے اپنے دامن میں پکڑا ہوا ہے اور ان پہاڑوں کی میخیں اگر ہٹ جائیں اور بارشیں ہوں تو یہ ساری مٹی بحر ہند میں ہوگی اور بحرِ ہند کا پانی یہاں سے زور لگا کر میکسیکو کو سمندر بنادے گا۔ تو واقعی قرآن پاک میں علوم کی بہار ہے لیکن وہ جس کو جتنا فہم ہے، جتنا دیکھتا ہے اتنی باتیں اس پر کھلتی ہیں۔

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشہ دیکھے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دیدۂ کور (اندھی آنکھ) (باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۶ سے آگے)

ان حالات وواقعات سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا محمود جھوٹی نبوت کا پرچارک بن کر سخت خدائی گرفت میں آ گیا ہے۔ اس لیے ہم اس کا علاج کرنے سے یکسر قاصر ہیں۔ ویسے بھی علاج تو کسی بیماری کا ہوتا ہے، عذابِ الٰہی کا علاج کرنے سے میڈیکل سائنس عاری ہے۔''

مرزا محمود کے اذیت ناک اور بھیانک انجام میں جہاں اس کے کالے کرتوتوں کا عمل دخل ہے وہیں اصل وجہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی تھی۔ وہ اپنے باپ کی عقائد کفریہ کی تبلیغ وتشہیر کرتا تھا۔ ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اس نے اپنی کتاب میں لکھا۔''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے ،کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔''

سچ ہے گستاخِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدر ہی رسوائی ہے۔ زندگی، موت، قبر وحشر رسوائی ہی رسوائی۔

(ماٰخذ قادیانیت۔ ایک جائزہ از مولانا ابوالحسن ندویؒ اور قادیانی راسپوٹینوں کا عبرناک انجام از محمد متین خالد)

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لازوال است و قدیم
حاملِ اُو رحمۃ اللّٰعٰلمین
تو اگر خواھی مسلماں زیستند
نیست ممکن جز بقرآن زیستند (اقبال مرحوم)

ترجمہ: قرآن حکیم وہ زندہ کتاب ہے جس کی حکمت لازوال یعنی نہ ختم ہونے والی ہے اور قدیم یعنی ازل سے ہے۔ اس کے لانے اور عطا کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اگر تُو مسلمان زندہ رہنا چاہے تو بغیر قرآن کے ناممکن ہے۔

قرآن کی تشریح کا حق خود قرآن نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا چنانچہ فرمایا

وَ اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡھِمۡ

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اُتارا ہے تا کہ جو ہدایت (آپؐ کے واسطے سے) لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے وہ ہدایات آپؐ اُن کو واضح کر کے سمجھا دیں۔ (معارف القرآن)

ہم نے اپنا ذکر یعنی قرآن نازل کیا تا کہ تُو اس کو لوگوں کے لئے بیان کرے، اس بیان کو دوسری آیت میں حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلَالٍ مُّبِیۡنٍ O (اٰل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا، جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (ظاہری اور باطنی گندگیوں سے) ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور اُن لوگوں کو کتاب الٰہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ کی بعثت) سے پہلے صریح غلطی (یعنی شرک وکفر) میں (مبتلا) تھے۔ (معارف القرآن)

چنانچہ کتاب کا بیان یعنی حکمت بصورتِ احادیث ہمارے پاس موجود ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡرَ حۡمٰنِ الۡرَ حِیۡمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ oثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارِمَکِیۡنٍ oثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنِ oرَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنِ oرَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن oرَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا ط اِلٰھِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡرَ حۡمٰنِ الۡرَ حِیۡمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ oثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارِمَکِیۡنٍ oثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن oرَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡن oرَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن oرَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا ط اِلٰھِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں ۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

جان جانی ہے جا کر رہے گی ‏ ‏ ‏ موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی ‏ ‏ ‏ کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٌ شَارِبُوْهَا ‏ ‏ ‏ وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٌ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا ‏ ‏ ‏ دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا ‏ ‏ ‏ پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی

اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰالِحِیْن ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لا الٰہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الٰہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)